دارالعلوم دیوبند اور اُس کا نظامِ تعلیم

از مولانا عبیداللہ سندھیؒ

۱۸۵۷ء میں جب دہلی کی سلطنت کی آخری نشانی بھی مٹ گئی تو اس کے دو سال بعد شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت نے جو اب حجاز میں مقیم تھی اور امیر امداد اللہ کی رہنمائی میں ہندوستانی کام کرتی تھی فیصلہ کیا کہ اطراف دہلی میں امام عبدالعزیز کے مدرسے کے نمونہ پر ایک مدرسہ بنایا جائے، چنانچہ مولانا قاسم اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سات سال تک مسلسل کوشش کرتے رہے، تب کہیں جاکر ۱۲۸۳ھ یعنی ۱۸۶۶ء میں سقوط دہلی کے نو سال بعد مدرسہ دیوبند کی تاسیس ہوسکی۔[1] اس کے بعد ان کی دوڑ دھوپ سے اسی طرز پر ایک مدرسہ سہارنپور میں اور ایک مرادآباد میں بنا جو مدرسہ دیوبند ہی کی شاخیں تھیں، اب تک شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت کی رہنمائی امیر امداد اللہ کے سپرد تھی، اور مکہ معظمہ میں بیٹھ کر اس تحریک کو چلاتے تھے، جب مدرسۂ دیوبند کی تاسیس عمل میں آگئی تو اس جماعت نے مدرسہ مذکور کو اپنا مرکز بنا لیا، اس مدرسہ کے تمام کام امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دیوبند کی روح دراصل امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلنا ہے

مدرسہ دیوبند کے ہفت سالہ نصاب تعلیم اور مستقل نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا محمد قاسم نے بنائے، اس طرح انھوں نے اپنی اسکیم میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ اور حزب ولی اللہ کے مقاصد کو محفوظ کر دیا اس کے بعد دوبارہ مدرسہ دیوبند کے نصاب پر نظر ثانی ہوئی، پہلی دفعہ مولانا محمد یعقوب

---

[1] ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنا پڑی۔ اس کے فوراً بعد ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی شاخیں قائم کی جانے لگیں چنانچہ مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد سہارنپور میں ایک شاخ کھلی آخر میں تو ان شاخوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے چالیس تک پہنچ گئی تھی، مدرسہ دیوبند کی ان شاخوں کا نظام "لامرکزی" تھا یعنی سب کی سب دارالعلوم کے تابع اور اس کے قوانین کے مقید نہ تھیں شروع میں جب میں "جمعیت انصار" کی تنظیم کا کام کرتا تھا تو میری خواہش یہ تھی کہ یہ نظام "لامرکزی" کی بجائے مرکزی ہوجائے لیکن میرے استاد شیخ الہند اس خیال کی طرف کم التفات فرماتے، اس واقعہ کے تین سال بعد مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ لامرکزی نظام کس قدر مفید تھا، لامرکزیت کی وجہ سے حکومت ان شاخوں کے سارے نظام کو اپنے قابو میں نہیں کرسکتی بیشک مرکزیت کی وجہ سے ظاہری صورت اچھی ہوجاتی لیکن آزادی بہرحال ظاہری صورت سے مقدم ہوتی ہے (کتاب التمہ صفحہ ۸۶)

صاحب دیوبندی کے زمانہ میں سات سال کے بجائے یہ نصاب ہشت سالہ کردیا گیا، دوسری بار حضرت مولانا شیخ الہند نے تحریک جمعیت الانصار کی بنا ڈالی۔ الحمد للہ کہ دونوں دفعہ حزب ولی اللہ کی تعلیمات کی روح محفوظ رہی، اب جب کبھی مدرسہ کے نصاب میں ترمیم کا سوال پیدا ہوتا ہے میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ پہلے کا ہفت سالہ نصاب تعلیم ہر حال میں محفوظ رہے، میں ڈرتا ہوں کہ مصر و شام کی تقلید میں کہیں اس نصاب میں بھی قطع و برید نہ کردی جائے جس کی وجہ سے اس کی وہ استعداد ختم نہ ہوجائے جس کے سبب سے اب تک یہ نصاب امام ولی اللہ کی حکمت کے مطالعہ کے لئے مقدمہ بنتا رہا ہے

مدرسہ دیوبند کے مرکزی فکر اور اس کی سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداد اللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی جماعت نے معین کئے تھے، اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت میں وہ شخص شامل نہیں ہوسکتا، جو اصول کا عملاً تسلیم نہ کرتا ہو، مدرسۂ دیوبند کا اساسی اصول یہ ہے کہ حزب ولی اللہ نے اپنے پہلے دور میں جس قدر علوم و معارف کی اشاعت ضروری سمجھی، حنفی فقہ کی پابندی سے ان علوم و معارف کو تدریس و تصنیف کے ذریعہ زندہ رکھا جائے، نیز اس مدرسہ کی باقاعدہ تعلیم سے جس قدر علماء تیار ہوں وہ مساجد اور مدارس میں کام کرنے کے لئے پوری استعداد رکھتے ہوں، اس تعلیم کے بعد جس قدر علماء امام ولی اللہ کے جادۂ قویمہ اور حکمت کی حفاظت کرنا چاہیں یا اپنے اندر حکومت کے مناصب عالیہ کی اہلیت پیدا کریں تو ان کے لئے کوئی خاص نصاب معین نہیں ہے، وہ درسی کتابوں سے فارغ ہوکر اساتذہ کی صحبت میں رہیں مثلاً یہ کہ علماء مولانا مولانا محمد قاسم کی صحبت میں امام ولی اللہ کی حکمت سے آشنا ہوسکتے تھے، مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی رفاقت میں سیاسی اصول سمجھ سکتے تھے اور امیر امداد اللہ کی بیعت سے پارٹی میں منسلک ہوسکتے تھے۔

علاوہ ازیں مدرسۂ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کابل میں اپنا وقار پیدا کرے اس لئے ماورائے دریائے سندھ سے جس قدر طلبہ دیوبندی نظام کے ماتحت تعلیم پائیں انھیں ہدایت کردی جائے کہ وہ اپنی قوم کے نظام اور اپنی حکومت کے آئین کو برہم نہ کریں، جس طرح ہندوستان میں دیوبندی جماعت مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے ساتھ بالاضطرار منازعت میں مبتلا ہوگئی ہے، کوشش کی جائے کہ یہ جھگڑے دریائے سندھ سے اُدھر نہ پھیلنے پائیں۔

نیز مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ مکہ معظمہ کے مرکز کے توسط سے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ اپنا ربط زیادہ مستحکم کرتا رہے، نیز اضطراری حالات کو چھوڑ کر مدرسہ دیوبند کو چاہیئے کہ حکومت

...ری کے مصالح سے غیر جانبداری اختیار کرے۔

مدرسہ دیوبند کی تاریخ کا پہلا دور مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ۱۳۲۳ھ میں ختم ہوتا ہے، اس چہل سالہ دور کا سب سے بڑا کارنامہ علمی تحریک کی توسیع اور مرکزی فکر کی حفاظت ہے اس عہد میں مدرسۂ دیوبند کی علمی تحریک اطراف ہند سے نکل کر افغانستان و ترکستان اور حجاز اور قازان تک پہونچ گئی اس اثنار میں دیوبند کے مرکزی فکر پر جس قدر بھی حملے ہوئے خواہ وہ نصاریٰ اور ہنود کی طرف سے ہوں یا شیعہ و مبتدعین کی طرف سے، یا نجدی و یمنی ذوق رکھنے والے نوجوانوں کی طرف سے، ان میں سے اکثر اعتراضات کے جوابات محققانہ اور مجادلانہ تیار ہوگئے۔

یہ مدرسۂ دیوبند کے پہلے دور کا کارنامہ ہے۔ مدرسہ دیوبند کا دوسرا دور ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی شیخ الہند کی صدارت سے شروع ہوا اور ۱۳۳۹ھ میں ان کی وفات پر ختم ہوا، اگر امام عبدالعزیز کی وفات پر ۱۲۳۹ھ میں حزب ولی اللہ کا پہلا دور ختم کردیا جائے اور امام ولی اللہ کے کام کی ابتدار ۱۱۴۴ھ سے پانچ سال پہلے جب کہ انھوں نے ترجمۂ قرآن لکھنا شروع کیا تھا مان لیا جائے تو حزب ولی اللہ کا پہلا دور بھی سو سال کا بن جاتا ہے۔ اور دوسرا دور بھی پورے سو سال کا قرار پاتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کے دوسرے دور میں سب سے پہلے مولانا شیخ الہندؒ نے مدرسہ کے پرانے فارغ شدہ عالموں کو جمعیت الانصار میں جمع کرنا شروع کیا اس طرح دیوبندی نظام کی تعلیم یافتہ جماعتوں کی ساری اجتماعی طاقت منظم ہوگئی اور اس نظام میں جس طرح ہندوستان کے علمار اخل ہوئے اسی طرح افغانستانی اور ترکستانی علمار بھی شامل ہوگئے نیز درجۂ تکمیل جواب تک غیر منظم صورت میں تھوڑے سے افراد پر مشتمل تھا، اس کے قواعد و ضوابط منضبط ہوگئے اور مولانا شیخ الہند نے امام ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم کی کتابوں کو اس درجہ کی تعلیم کا لازمی عنصر قرار دیا، علاوہ ازیں مدرسہ دیوبند کو دارالعلوم کے درجہ تک پہنچایا گیا اور دارالحدیث کو اس کی مرکزی درسگاہ (کالج) قرار دیا گیا۔